قائدِ اعظم محمد علی جناح اور علامہ محمد اقبال میں فکری ہم آہنگی

ڈاکٹر محمد فرید احمد

Dr. Muhammad Fareed Ahmad

Lecturer, Department of Urdu,

Govt. Municipal Degree College, Faisalabad.

Abstract:

Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah, the founder of Pakistan and Allama Muhammad Iqbal are those great political heroes in the history of Pakistan-that without their contribution and struggle, the history of Pakistan is incomplete. After presentation of fourteen points of Quaid-e-Azam they came closer to strengthen All India Muslim League in reigons where Muslims were in majority, especially, in Punjab. This article throws light on the aspects of political, religious, social and mental harmony between Quaid-e-Azam and Dr. Allama Muhammad Iqbal.

انسانی معاشرے میں ’’فکر‘‘ کلیدی کردار کی حامل ہے۔ ’’سوچ‘‘ اور ’’تخیل‘‘ جب پختہ ہو جائے تو ’’فکر‘‘ وجود میں آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نسلِ انسانی کی تاریخ پر نظر دوڑانے پر یہ حقیقت کسی دانش ور سے مخفی نہیں رہتی کہ اقوامِ عالم کی بہت سی تحاریک کسی نہ کسی ’’فکر‘‘ کی مرہونِ مَنت ہیں۔ یہاں تک کہ انفرادی ’’فکر‘‘ جب کسی اعلیٰ مقصد کی خاطر اجتماعی ’’فکر‘‘ کے قالب میں ڈھل جاتی ہے تو پھر قدیم ادوار سے لے کر موجودہ دور کی تحاریک اسی ’’فکر‘‘ کا پیش خیمہ دکھائی دیتی ہیں۔ ’’تحریک علی گڑھ‘‘، ’’ترقی پسند تحریک‘‘ اور ’’تحریک پاکستان‘‘ کچھ ایسے ہی افکار کی بدولت تھیں جو کبھی سیاسی، سماجی، اقتصادی شعور کی آگہی کے نام پر قائم ہوئیں تو کبھی مظلوموں، کسانوں اور معاشرے کے پسماندہ انسانوں کے حقوق کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ نظریاتی اصولوں کے تحت جداگانہ ملک کے حصول کی خاطر وجود میں آئیں۔

پاکستان کے قیام کے سلسلے میں ’’فکر‘‘ اور ’’عمل‘‘ کی یکجائی بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ برصغیر میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ وطن کا مطالبہ اور اس کے لیے عملی جدوجہد میں قائدِ اعظم رحمتہ اللہ

علیہ اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی ''فکر'' اور عملی کاوشیں اب تاریخ کے سنہری اوراق کا حصہ ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ اور علامہ محمد اقبالؒ ایک دوسرے کی فکری، سیاسی اور عملی صلاحیت اور بصیرت سے اچھی طرح واقف تھے۔ اگرچہ یہ اختلاط کچھ زیادہ عرصے پر محیط نہ تھا مگر اس باہمی ربط کی مثال اس قول کے مصداق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ''لمحات صدیوں پر بھاری ہو بھی سکتے ہیں'' اور یہی صورتِ حال ہمیں ان عظیم شخصیات کی فکری اور عملی کاوشوں میں نظر آتی ہے۔

قائداعظم اور علامہ اقبالؒ کے معاصرانہ روابط میں ایک دور اختلافات پر بھی مبنی ہے۔ یہ وہ دور ہے جب قائداعظم لیگ کے صدر تھے اور سائمن کمیشن کو رد کر رہے تھے مگر علامہ اقبال پنجاب میں شفیع گروپ کے ذریعے اس کمیشن کی حمایت میں تھے۔ مگر نہرو رپورٹ کے بعد جب قائداعظم نے اپنے چودہ نکات (۱۹۲۹ء) پیش کیے تو قائداعظم اور علامہ اقبال میں فکری قربت بڑھ گئی۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار اس اختلافی دور سے متعلق رقم طراز ہیں:

> ''مسٹر جناح سائمن کمیشن کا مقاطعہ کر رہے تھے جب کہ علامہ اقبال سر محمد شفیع کے ہمراہ پنجاب میں مسلم لیگ (شفیع گروپ) کا پرچم اٹھائے سائمن کمیشن کو محضر پیش کر رہے تھے، اور میاں سر فضل حسین کی سرپرستی میں قائم کردہ آل پارٹیز مسلم کانفرنس میں سرگرم حصہ لے رہے تھے۔ یہ اقبال اور جناح کا اختلافی دور تھا۔''(۱)

جب مسلم لیگ میں اختلافات ختم ہو گئے تب محمد علی جناح نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کے لیے سر محمد اقبال کا نام تجویز کر کے منظور بھی کرایا۔ تب علامہ محمد اقبال نے دسمبر ۱۹۳۰ء میں اِلہ آباد میں اپنا تاریخی خطبہ پیش کیا۔ دوسری اور تیسری گول میز کانفرنس میں بھی شرکت کی اور محمد علی جناح سے ہم خیال ہونے کا موقع بھی ملا۔ ۱۹۳۸ء کو ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ قائداعظمؒ نے اپنے ایک تعزیتی پیغام میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی خدمات کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

> ''وہ میرے لیے ایک دوست، رہنما اور فلسفی تھے اور ان تاریک ترین ایام میں جن سے مسلم لیگ کو گزرنا پڑا، ایک چٹان کی طرح ڈٹے رہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی ان کا پائے استقامت متزلزل نہ ہوا۔''(۲)

قائداعظم محمد علی جناح ایک مدبر سیاست دان تھے۔ انھیں آدمیوں کے پہچاننے میں خاص مہارت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب انھوں نے ہندوستان کی ثقافتی اور سیاسی صورتِ حال کا جائزہ لیا تو علامہ اقبال سے اتفاق رائے کرتے ہوئے کہا:

> ''میرے اور مرحوم کے خیالات میں کاملاً ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

ہندوستان کے دستوری مسائل کے گہرے مطالعہ کے بعد انجام کار مجھے
بھی نتائج اخذ کرنے پڑے اور بالآخر انہی خیالات نے مسلم ہندوستان
کے متحدہ عزم کی صورت میں جنم لیا جس کو کل ہند مُسلم لیگ کے اجلاس
منعقدہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی تجویز میں متشکل کیا گیا۔'' (۳)

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کو قائداعظم کی قیادت پر مکمل طور پر یقین تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب قائداعظم مایوس ہوکر لندن میں دو سال قیام پذیر رہے تو اقبال جیسے مدبرین نے ان کی ڈھارس بندھائی اور انھیں واپس آکر مسلمانوں کی قیادت کی درخواست کی۔ علامہ اقبال کے اشعار میں بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے۔ علامہ محمد اقبال قائداعظم کی سیاسی بصیرت کے قائل تھے:

نو مید نہ ہو ان سے اے رہبرِ فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

نگہ بلند ، سُخن دلنواز ، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

قائداعظم کو ۲۱ جون ۱۹۳۷ء میں لکھے گئے خط میں وہ ان کی ولولہ انگیز قیادت کو مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے ناگزیر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آج ہندوستان بھر میں صرف آپ ہی ایک ایسے مسلم رہنما ہیں جن
کی ذات گرامی سے قوم اس طوفان میں محفوظ رہنمائی کا حق رکھتی
ہے۔ جو اس وقت شمال مغربی ہند اور شاید پورے ہندوستان میں رونما
ہونے والا ہے۔'' (۴)

قائداعظم محمد علی جناح کو اسلامی تعلیمات کی حقانیت پر مکمل طور پر یقین تھا۔ جس کا اندازہ ان کے اکثر اقوال سے مُسلّم ہے۔ مگر وہ جانتے تھے کہ ہندوستان میں انگریزوں اور ہندوؤں سے آزادی کے معاملات میں سیاسی فہم بصیرت ناگزیر ہے۔ قائداعظم نے متعدد مواقعوں پر اردو کو پاکستان کی قومی زبان بنانے کی پرزور تائید کی ہے۔ مگر یہ سب کچھ تب ہی ممکن تھا جب سیاسی میدان میں پورا اترا جا سکے۔ جون ۱۹۳۲ء میں جسٹس شاہ دین مرحوم کے بیٹے میاں بشیر احمد سے گرینڈ ہوٹل میں ملاقات کے دوران قائداعظم نے ان کی کاوشوں کو رسالہ ''ہمایوں'' کے سلسلہ میں سراہتے ہوئے کہا:

''میں آپ کے مخلصانہ کام کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن آپ اس نکتہ پر
غور کیجیے کہ اردو کا اصل مسئلہ ادبی ہے یا سیاسی ہے۔ یاد رکھیے اگر
مسلمان مغلوب ہو گئے تو ان کے ساتھ ان کا مذہب، کلچر اور زبان

سب تباہی سے دو چار ہو جائیں گے۔ تو جناب اردو کا مسئلہ ادبی
نہیں سیاسی ہے۔''(۵)

علامہ اقبال ایک دانش ور کی حیثیت سے سیاسی بصیرت اور برصغیر میں مسلمانوں کے حوالے سے اس کی اہمیت کو جانتے تھے۔ قائداعظم کو نئے دستور کی روح اور نتائج سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں نے تمام صورت حال کا اچھی طرح سے جائزہ لیا ہے اور مجھے
یقین ہے کہ ان حالات کے اسباب نہ مذہبی ہیں اور نہ اقتصادی،
بل کہ خالص سیاسی ہیں۔ یعنی مسلم اکثریتی صوبوں میں بھی
ہندوؤں اور سکھوں کا مقصد مسلمانوں پر خوف وہراس طاری کرنا
ہے۔''(۶)

درجِ بالا اقوال سے یہ بات واضح ہے کہ دونوں شخصیتیں کس قدر سیاسی ہم آہنگی کی حامل تھیں اور مسلمانوں کے سیاسی مفادات ترجیحی بنیادوں پر حکامِ بالا کے سامنے پیش کیے جاتے۔ یہ حقیقت ہے کہ محمد علی جناح کو علامہ محمد اقبال کی حمایت سے ایسی سیاسی تقویت میسر آئی جو ان کی حمایت سے قبل پنجاب میں حاصل نہ تھی۔ یکم مارچ ۱۹۳۶ء کو لاہور ٹاؤن حال میں اجتماع سے اپیل کرتے ہوئے قائد اعظم نے کہا:

''ہمیں پنجاب میں اس سے کہیں زیادہ بڑے مسائل سے نمٹنا ہے
اور صوبے کے عظیم تر مفادات مکمل اتحاد کا تقاضا کرتے
ہیں۔۔۔لہٰذا میری اپیل ہے براہِ کرم میری مدد کیجیے۔''(۷)

قائداعظم کے پنجاب میں دورے کے بعد علامہ محمد اقبال نے ان کی مکمل حمایت کا اعلان کرتے ہوئے مسلم لیگ کو جسدِ واحد میں منظّم کرنے میں اہم کردار ادا کیا، اور قائداعظم متعدد مواقعوں پر علامہ محمد اقبال کی ان کاشوں کو خراج عقیدت پیش کرتے رہے۔ لاہور میں یوم اقبال کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ۲۵ مارچ ۱۹۴۰ء کو فرمایا:

''اس وقت مسلم لیگ کی حیثیت ایک علمی ادارے کی سی تھی جب
میں اس سلسلے میں پنجاب آیا تو اقبال پہلے شخص تھے جنھوں نے میرا
ساتھ دیا۔ میں نے اپنے خیالات ان کے سامنے پیش کیے۔ انھوں
نے فوراً لبیک کہا اور اس وقت سے تادمِ مرگ وہ ایک چٹان کی
طرح میرے ساتھ کھڑے رہے۔''(۸)

قائداعظم نے علامہ اقبال کی سیاسی بصیرت سے نہ صرف اتفاق کیا ہے بل کہ اُن کے

مشوروں کو بھی بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ یہ اقبال مرحوم ہی تھے جنھوں نے خاص طور پر قائداعظمؒ کو مسلم اکثریت پر مشتمل علاقوں کو ملا کر مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ ریاست کا مشورہ دیا تھا۔ خطبہ اِلہ آباد میں ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء میں اقبالؒ نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ:

''پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ایک ہی ریاست میں ملا دیا جائے۔''(۹)

پھر علامہ اقبال نے متعدد بار اپنی سوچ کو قائداعظم تک پہنچایا ہے۔ یہ بات بھی حقیقت سے دور نہیں کہ جس طرح علامہ اقبال نے مسلم ریاست کا تصور پیش اس سے قبل ایسی شدومد سے کسی اور رہنما نے یہ بات باور نہیں کرائی۔ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء میں قائداعظم محمد علی جناح کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی تجاویز سے آگاہ کرتے ہیں:

''مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ مسلم لیگ کے دستور اور پروگرام میں جن تبدیلیوں کے متعلق میں نے تحریر کیا تھا، وہ آپ کے پیش نظر رہیں گی۔۔۔''(۱۰)

موجودہ مسائل سے متعلق اسی خط میں تجاویز کی صورت میں لکھتے ہیں:

''جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے مسلم ہندوستان کے ان مسائل کا حل آسان طور پر کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ملک کو ایک یا زیادہ مسلم ریاستوں میں تقسیم کیا جائے جہاں پر مسلمانوں کی واضح اکثریت ہو۔''(۱۱)

قائداعظم اور علامہ اقبال کی ذہنی ہم آہنگی اور باہمی مشاورت اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قائداعظم نے متعدد مواقعوں پر اپنی تقاریر میں اقبال کی سیاسی بصیرت اور عملی کاوشوں کا ذکر کیا ہے۔ بہت سی باتیں ایسی تھیں جو اقبال نے کہیں اور قائداعظم نے نہ صرف ان پر سوچ بچار کی بل کہ ان پر عمل پیرا بھی ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں یومِ اقبال پر اظہار خیال کرتے ہوئے علامہ اقبال کے خطبۂ اِلہ آباد کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ان کے مسلم ریاست کے تصور سے متعلق فرمایا:

''اقبال ان معدودے چند افراد میں سے ایک ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے اس امکان پر سوچ بچار کی کہ برِعظیم ہند کے شمالی مغربی اور شمالی مشرقی علاقوں کو جو کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا تاریخی وطن ہے۔ اس سے الگ کر کے ایک اسلامی ریاست بنا دی جائے۔''(۱۲)

پنجاب اور بنگال کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم تلے متحد ہو کر کوشش کرنے کے لیے

علامہ اقبال کی تشویش اور عملی کاوشوں کو قائداعظم نے علامہ اقبال کے انتقال پر ملال پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے جو کہا جو قائداعظم اور علامہ اقبال کی سیاسی ہم آہنگی کو بھی واضح کرتا ہے:

> ''ان کے لیے اس خبر کا سننا بے حد مسرت اور اطمینان کا باعث ہوتا کہ پنجاب اور بنگال کے مسلمان آل انڈیا مسلم لیگ کے مشترکہ پلیٹ فارم پر کلیتاً متحد ہو گئے ہیں۔'' (۱۳)

کارِ سیاست ہی نہیں اور بھی ایسے نظریات اور اقدار ہیں جن میں قائداعظم اور علامہ اقبال میں ذہنی ہم آہنگی فکری مماثلت کی صورت میں دیکھی جاسکتی ہے۔ مثلاً علامہ اقبال کو حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس سے بہت زیادہ لگاؤ تھا اور قائداعظم نے بھی آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کو اپنا نہ صرف آئیڈیل بنایا بل کہ اقبالؒ کی طرح آپ ﷺ کی پیروی کو مسلمانوں کی کامیابی کا باعث بھی قرار دیا۔ ۱۹۴۷ء میں وکلا بار سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے لنکنز اِن کالج لندن میں داخلے کی وجہ یہ بیان کی کہ:

> ''یہ دیکھتے ہی کہ آپ ﷺ کا نام نامی مقننوں کی فہرست میں سب سے اوپر درج ہے، میں نے لنکنز ان میں داخلہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔'' (۱۴)

ان دونوں عظیم ہستیوں کو نوجوانوں کی صلاحیتوں پر بھرپور اعتماد تھا۔ پھر مغربی طرزِ جمہوریت سے جس طرح اقبالؒ کو تحفظات تھے اسی طرح قائداعظم بھی اس پر تنقید کرتے تھے۔ بیگم جہاں آرا شہنواز سے ایک بار آپ نے پوچھا کہ کیا وہ مغربی جمہوریت پر ایمان رکھتی ہیں؟ تو انہوں نے کہا:

> ''نہیں، مجھے ایمان نہیں، تو قائد اعظم نے کہا ''نہ ہی مجھے ہے''۔'' (۱۵)

اسی طرح قرآنی تعلیمات کی حقانیت پر بھی دونوں رہنماؤں کا نہ صرف ایمان تھا بل کہ اس کی بالادستی اور پیروی کی بھی تلقین کرتے۔ مذکورہ مباحث سے یہ بات کافی حد تک واضح ہو جاتی ہے کہ قائداعظمؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کے مابین سیاسی، سماجی، مذہبی اور ثقافتی ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ اور جدوجہدِ آزادی کی کاوشوں میں اس فکری ہم آہنگی نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، پاکستان تصور سے حقیقت تک، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۹۷ء، ص:۳۹

۲۔ ایضاً، ص:۴۱

۳۔ محمد صدیق قریشی، اقبالؒ ایک سیاست دان، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۷۷ء، ص:۷۶

۴۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، پاکستان تصور سے حقیقت تک، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۹۷ء، ص:۳۶

۵۔ سعید راشد، گفتار و کردار قائداعظمؒ، اسلام آباد: تعمیرِ ملت فاؤنڈیشن، ۱۹۹۷ء، ص:۶۰

۶۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، پاکستان تصور سے حقیقت تک، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۹۷ء، ص:۳۶

۷۔ اقبال احمد صدیقی، مترجم، قائداعظم: تقاریر و بیانات، لاہور: بزم اقبال، ۱۹۷۷ء، ص:۵۳

۸۔ ایضاً، ص:۳۷۶

۹۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، پاکستان تصور سے حقیقت تک، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۹۷ء، ص:۲۱

۱۰۔ محمد جہانگیر عالم، مترجم و مرتب، اقبال کے خطوط جناح کے نام، لاہور: یونیورسل بکس، ۱۹۸۶ء، ص:۴۸

۱۱۔ ایضاً، ص:۵۰

۱۲۔ مصباح الحق صدیقی، مرتب، علامہ اقبال، افکار و خیالات، لاہور: فرحان پبلشرز، ۱۹۸۳ء، ص:۲۷

۱۳۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، پاکستان تصور سے حقیقت تک، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۹۷ء، ص:۴۱

۱۴۔ سعید راشد، گفتار و کردار قائداعظمؒ، اسلام آباد: تعمیرِ ملت فاؤنڈیشن، ۱۹۹۷ء، ص:۳۲

۱۵۔ ایضاً، ص:۲۸۵

☆......☆......☆